سیّد وارث شاہ

(میر تقی میر کا ہم عصر پنجابی کلاسیکی شاعر)

واصف لطیف

Wasif Latif

Assistant Professor, Department of Punjabi,

G.C. University, Lahore.

Abstract:

Mir Taqi Mir is "Khuda E Sukhan" in Urdu poetry while Sayed Waris Shah is popularly known as "Sukhan Da Waris" in Punjabi poetry. Both are classical poets of the same period and were live for the seventy five years simultaneously. The both poets representing their language, literature, culture and civilization produced everlasting creative legacy which is of same importance not in the past but also in present and future as an appreciable literary heritage. This research article presents a comparison in thought and craft of the representative of their seprate civilizations living as contemporary. Besides this an effort was also made to prominent their political, social and psychological awareness through poetic examples (verses).

میر تقی میر کو اُردو ادب میں ''خدائے سخن'' کہا جاتا ہے۔ اُنھوں نے اُردو شعری ادب میں جو انقلاب برپا کیا اُس کی گونج کم و بیش اڑھائی صدیاں بیت جانے کے باوجود بھی تر و تازہ ہے۔ میر تقی میر اُردو ادب میں منفرد خصوصیات کے حامل شاعر ہیں۔ اُن کے دواوین کا عمرانی مطالعہ اس بات کا گواہ ہے کہ وہ لمحہ، پل، گھڑی، وقت، دور اور عہد کے شاعر ہیں۔ وہ اپنے عہد کے حساس فن کار، گہرے مشاہدہ کار، ماہر نباض، غیر جانب دار مؤرخ اور منجھے ہوئے فن کار تھے جس کا ثبوت عصری شعور کی صورت اُن کی شاعری میں جھلکتا ہے اور ہمیشہ کے لیے ٹھوس تاریخی شواہد کے طور پر موجود رہے گا۔ میر تقی میر کے ہم عصر پنجابی شاعر سیّد وارث شاہ ہیں۔

میر تقی میر نے جو شہرت اُردو ادب میں حاصل کی، سیّد وارث شاہ پنجابی ادب میں کسی طور بھی اُن سے کم مشہور نہیں۔ دونوں شعرا اپنے اپنے عہد کے نمائندہ کلاسیکل شاعر کے مقام و مرتبہ پر فائض ہیں۔ سیّد وارث شاہ نے اگرچہ بہت زیادہ نہیں لکھا، یا شاید ہم تک پہنچ نہیں سکا مگر پھر بھی ''ہیر وارث شاہ'' ایسا شاہ کار ہے جو تا قیامت وارث شاہ کی فنی عظمت کا منہ بولتا ثبوت رہے گا۔ سیّد وارث شاہ کو میاں محمد بخش ایسے پنجابی کلاسیکی شاعر نے جو خراجِ تحسین پیش کیا ہے اُس سے وارث شاہ کے مقام و مرتبہ اور قدر و منزلت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں:

وارث شاہ سخن دا وارث ، نندے کون اُنھاں نُوں
حرف اوہدے تے اُنگل دھرنی، ناہیں قدر اساں نُوں(۱)

سیّد وارث کو اُن کی لافانی تخلیق ''ہیر'' کی بدولت جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ آج بھی مسلّم ہے۔ ''تاریخ اُردو ادب'' کے مصنف رام بابو سکسینہ کا وارث شاہ کے بارے میں بیان کہ: ''افسوس اُردو زبان میں کوئی وارث شاہ پیدا نہیں ہوا'' وارث شاہ کے ادبی قد کاٹھ میں کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے۔ وارث شاہ کی ''ہیر'' کو ''دیوانِ پنجاب''، ''تاریخ پنجاب''، ''انسائیکلو پیڈیا آف دی پنجاب'' اور ''منی ایچر آف دی پنجاب'' بھی اسی بنا پر کہا گیا کہ اُنھوں نے میر تقی میر کی طرح ''ہیر'' میں اپنے عہد کا ایک ایک پل، لمحہ، وقت اور تاریخ کو پیش کر کے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔

سیّد وارث شاہ اور میر تقی میر کم و بیش ایک ہی عہد سے تعلق رکھنے والے دو تہذیبوں کے نمائندہ شاعر ہیں۔ دونوں کے کلام میں جو آفاقی حیثیت موجود ہے اُس کو مدِ نظر رکھتے ہوئے دونوں شعرا کا موازنہ پیش خدمت ہے:

سیّد وارث شاہ کی تاریخ پیدائش ڈاکٹر عصمت اللہ زاہد کی تحقیق کے مطابق ۱۷۰۷ء تا ۱۷۰۹ء ہے لیکن یہ تحقیق ابھی سند قبولیت حاصل نہیں کر سکی لہٰذا مختلف کتب اور حتیٰ کہ وارث شاہ کے مزار کی لوح پر بھی ۱۷۲۲ء تاریخ پیدائش درج ہے جب کہ وفات کے حوالے سے زیادہ تر مصنفین ۱۷۹۸ء پر متفق ہیں۔ اسی طرح میر تقی میر کی پیدائش بھی ۱۷۲۲ء/۱۷۲۳ء جب کہ وفات ۱۸۱۰ء طے شدہ ہے۔ یعنی دونوں شعرائے کرام کم و بیش ۷۵ برس ایک ساتھ جیے۔

سیّد وارث نے جنڈیالہ شیر خاں ضلع شیخوپورہ، پنجاب (پاکستان) میں آنکھ کھولی، بچپن وہیں گزارا، قصور سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی، پاکپتن بابا فرید کے سجادہ نشین سے روحانی فیض حاصل کیا، ملکہ ہانس میں رہائش پذیر رہے، وہیں قصۂ ہیر تخلیق کیا، بعد ازاں جنڈیالہ شیر خاں واپس آ گئے، بقیہ زندگی بسر کی اور وہیں دفن ہوئے۔ ''ہیر'' وارث شاہ کے دو مصرعے بطورِ ثبوت ملاحظہ ہوں:

ع وارث شاہ وسنیک جنڈیالڑے دا، شاگرد مخدوم قصور دا اے(۲)

ع کھرل ہانس دا ملک مشہور ملکا، تتھے شعر کیتا یاراں واسطے میں(۳)

میر تقی میر کی پیدائش آگرہ میں ہوئی، بچپن وہیں گزرا، پھر دہلی چلے آئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ آخر عمر میں لکھنؤ چلے گئے جہاں ۱۸۱۰ء کو وفات پائی۔ سیّد وارث شاہ اور میر تقی میر نے جب آنکھ کھولی تو مغلیہ سلطنت زوال پذیر ہو چکی تھی۔ دارالحکومت دہلی میں حالات موافق اور سازگار نہ تھے۔ بدامنی، نفسانفسی اور لاقانونیت بے حد بڑھ چکی تھی۔ معاشرتی و سیاسی نظام درہم برہم اور اخلاقی اقدار زوال پذیر ہو چکی تھیں۔ تختِ دِہلی اندرونی شازشوں اور بیرونی حملہ آوروں کے حملوں سے تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ معاشرہ اخلاقی گراوٹ کا شکار تھا۔ ان تمام حالات و واقعات کے غیر جانب دار حوالے دونوں شعرا کی شاعری میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ میر تقی میر کے چند اشعار دہلی کی خستہ حالی کے حوالے سے ملاحظہ کریں:

دیدۂ گریاں ہمارا نہر ہے
دِل خرابہ جیسے دِلّی شہر ہے(۴)

دِل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے
یہ نگر سو مرتبہ لُوٹا گیا(۵)

دِل وہ نگر نہیں کہ پھر آباد ہو سکے
پچھتاؤ گے، سنو ہو! یہ بستی اُجاڑ(۶)

دِلّی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں اُنھیں
تھا کل تلک دماغ جنھیں تاج وتخت کا(۷)

سیّد وارث شاہ اگرچہ تختِ دِہلی سے دور صوبہ پنجاب کے مکین تھے لیکن اُنھوں نے ''ہیر'' میں کئی جگہ اُن ناساز اور ناموافق حالات کا تذکرہ تمثیلی، علامتی اور تلمیحی انداز میں کیا ہے۔ مغلیہ سلطنت کے زوال، سکھوں کی بغاوت، احمد شاہ ابدالی اور نادر شاہ درانی کی یلغار کو بالترتیب ''کٹک پنجاب''، ''کٹک قندھار'' اور ''قزلباش جلاّد'' کہہ کر سیاسی حالات کی جو منظر کشی کی گئی ہے وہ واقعی لاجواب ہے:

ع سُرمہ نیناں دی دھار وچ پھب رہیا، چڑھیا ہند تے کٹک پنجاب دا جی(۸)

ع پھرے چھنک دی چاؤ دے نال جٹی، چڑھیا غضب دا کٹک قندھار وِچوں(۹)

ع قزل باش جلاّد سوار خونی ، نکل دوڑیا اُرد بازار وچوں(۱۰)

سیّد وارث شاہ کی ''ہیر'' میں پُر آشوب مغلیہ دور، پنجاب کی افراتفری، بدامنی، نفسانفسی، انارکی، آپا دھاپی، لوگوں کے مکروفریب اور رِیاکاری کے غیر جانب دار اشارے ثابت کرتے ہیں کہ وہ کتنے حسّاس، باشعور اور غیر جانب دار فن کار تھے:

جدوں دیس تے جٹ سردار آہے ، گھرو گھری جاں نویں بہار ہوئی
اشراف خراب کمین تازہ ، زمیندار نوں وڈی بہار ہوئی
چور چودھری یارنے پاکدامن ، بُھوت منڈلی اک تھوں چار ہوئی(۱۱)

ع فوجاں شاہ دِیاں وارثا مار متھرا، مُڑ پھیر لاہور نوں آئیاں نیں(۱۲)

ع سارے مُلک پنجاب خراب وچوں، سانوں وڈا افسوس قصور دا اے(۱۳)

برِّصغیر پاک و ہند کو صوفیائے کرام کی سرزمین کہا جاتا ہے۔ یہ دھرتی عشق کے لازوال اور آفاقی جذبے سے مالا مال ہے۔ عربی، فارسی اور اُردو کے علاوہ برِّصغیر پاک و ہند کی تمام زبانوں میں تصوف اور عشق پر بے حد لکھا گیا۔ علاوہ ازیں اسی دھرتی پر درجنوں نہیں بلکہ سینکڑوں رومانی و عشقیہ داستانوں کا ظہور بھی ہوا۔ اُردو شاعری میں تصوف اور عشق کے حوالے سے میر درد قابلِ ذکر ہیں لیکن میر تقی میر نے بھی اس موضوع پر خاصہ لکھا۔ میر کے ہاں عشق کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ جذبۂ عشق اُن کے دل میں حقیقی طور پر سرایت کر گیا تھا۔ میر کے خیال میں زندگی کی رونق اور چہل پہل عشق ہی کی بدولت ہے۔ اُن کے ہاں عشق ہی زندگی کا اصل مقصد ہے جو ساری کائنات پر حاوی ہے۔ عشق ہی روحِ کائنات ہے:

عشق ہی عشق ہے جہاں دیکھو
سارے عالم میں بھر رہا ہے عشق(۱۴)

سیّد وارث اور میر تقی میر دونوں کلاسیکی شاعر ہیں۔ دونوں کی شاعری میں تصورِ عشق موجود ہے۔ دونوں کے نزدیک وجہِ تخلیق کائنات عشق ہی ہے۔ بقول ڈاکٹر جمیل جالبی:

''میر کی سیرت و شخصیت متضاد عناصر سے مل کر بنی تھی۔ اُن کا گھر فقیر درویش کا گھر تھا۔ باپ متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ توکل وقناعت شعار، سینہ آتشِ عشق سے روشن اپنے بیٹے محمد تقی کو تلقینِ عشق کرتے تھے......'' (۱۵)

میر کے والد گرامی عشقِ حقیقی کی لذت سے آشنا تھے۔ وہ میر کو بھی نصیحت اور وصیت فرمایا کرتے:

''بیٹا عشق کرو۔ عشق ہی اس کارخانے میں متصرف ہے۔ اگر عشق نہ ہوتا تو نظمِ کُل قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ بے عشق زندگی وبال ہے۔ عشق میں جی کی بازی لگا دینا کمال ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہے، عشق کا ظہور ہے۔'' (۱۶)

میر تقی میر عشق کے حوالے سے ''مثنوی معاملاتِ عشق'' میں فرماتے ہیں:

عشق ہی عشق ہے نہیں ہے کچھ
عشق بن تم کہو کہیں ہے کچھ
عشق تھا جو رسول ﷺ ہو آیا
اُن نے پیغامِ عشق پہنچایا (۱۷)

سیّد وارث شاہ کے ہاں عشق اور تصورِ عشق میر تقی میر سے مختلف نہیں۔ وہ بھی میر کی طرح وجہِ تخلیق کائنات حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ گرامی کو ہی مانتے ہیں:

اوّل حمد خدائے دا وِرد کیجئے، عشق کیتا سُو جگ دا مُول میاں
پہلے آپ ہی ربّ نے عشق کیتا، معشوق ہے نبی رسول ﷺ میاں (۱۸)

میر تقی میر اور وارث شاہ کے ہاں وحدت الوجود کے حوالے سے بھی ملتے جلتے اشعار موجود ہیں:

گل و آئینہ کیا ، خورشید و مہ کیا
جدھر دیکھا تدھر تیرا ہی رو تھا (۱۹)

باغ و بہار و نکہت، گل پھول سب ہی تو ہے
یاروں کی ہیں نظر میں، یہ رنگ سارے تیرے (۲۰)

وارث شاہ کا اندازِ بیان ملاحظہ کریں:

ع وارث شاہ میاں ہمہ اوست جاپے، سرب مئی بھگوان نوں پایائی (۲۱)

مالا منکیاں وچ جیوں اک دھاگا، تیویں سرب کے بیچ سما رہیا
سبھناں جیوندیاں وچ ہے جان وانگوں، نشہ بھنگ افیم وچ آ رہیا

جیویں پترے مہندیوں رنگ رچیا، تیویں جان جہان وچ آ رہیا
جیویں رکت سریر وچ ساس اندر، تیویں جوت میں جوت سما رہیا(۲۲)

میر تقی میر نے قیامِ دہلی کے دوران خوش حالی، امن اور فراغت کا زمانہ بہت کم دیکھا۔ وہ شاعر ہونے کے باعث حساس طبیعت کے مالک تھے۔ اُنھوں نے جو دیکھا محسوس کیا، اُسے من وعن شاعری کے قالب میں ڈھال دیا اور یوں اُن کی شاعری اُن کے عہد کی تاریخ بنے آج بھی محفوظ ہے۔ ڈاکٹر سیّد عبداللہ ''نقدِ میر'' میں لکھتے ہیں: ''اگر میر کے زمانے کی تاریخ نہ بھی لکھی جاتی تو میر کی شاعری کو پڑھ کر ایک گہری نظر رکھنے والا اُس زمانے کی تاریخ مرتب کر سکتا تھا۔'' (۲۳)

میر تقی میر کی طرح سیّد وارث شاہ بھی اپنے عہد کے گہرے مشاہدہ کار تھے۔ اُنھوں نے جو دیکھا اور محسوس کیا۔ نیز اپنے ذاتی تجرباتِ زندگی ''ہیر'' میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر کے تاریخ کا حصہ بنا دیے۔ وارث شاہ کی حکمت ودانائی ''ہیر'' کے ہر ہر مصرعے سے عیاں ہے۔ نمونے کے طور پر چند مصرعے ملاحظہ ہوں:

جیٹھ مینہہ تے سیال نوں واوَ مندی ، کتک ماہنگھ وچ منع انھیریاں نیں
رودن ویاہ وچ گاونا وچ سیاپے ، سترمجلساں کرن مندیریاں نیں
چغلی خاونداں دی بدی نال مِیئیں ، کھا لُون حرام بدخیریاں نیں
حکم ہتھ کمذات دے سونپ دینا ، نال دوستاں کرنیاں ویریاں نیں
مڑن قول زبان دا پھرن پیراں، برے دِناں دِیاں ایہہ بھی پھیڑیاں نیں
بھلے نال بھلیائیاں بدی بُریاں ، یاد رکھ نصیحتاں میریاں نیں
بناں حکم دے مرن نہ اوہ بندے، ثابت جیہناں دے رزق دِیاں ڈھیریاں نیں(۲۴)

میر نے اپنی شاعری میں عصری ادراک بہت وسیع پیمانے پر پیش کیا ہے اور خصوصیت یہ کہ اُن کا عصری شعور کسی خاص عہد یا زمانے سے منسلک نہیں رہا بلکہ زمان ومکان کی قیود سے بالاتر ہو کر آفاقی اور عالم گیر حیثیت حاصل کر گیا۔ میر اپنے عہد میں زندہ ہونے کے ساتھ ساتھ آج بھی زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ یعنی میر کا عصری شعور ماضی، حال اور مستقبل کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ دل کی ویرانی، دل کا نگر لُٹنا، نازک زمانہ، دستار تھامنا ایسے نامناسب حالات کی طرف اشارے ہیں جہاں جان اور عزت کے لالے پڑے ہوئے ہوں:

دل کی ویرانی کا کیا مذکور
یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا(۲۵)

میر صاحب زمانہ نازک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار(۲۶)

اپنے عہد کے عکاس اور آفاقی صورتِ احوال کی نمائندگی کرتے سیّد وارث شاہ کے چند مصرعے ملاحظہ ہوں:

ع وارث شاہ نہ سنگ نوں رنگ آوے، لکھ سُوہے دے وچ سمو رہیئے (۲۷)

ع صلح کیتیاں فتح جے ہتھ آوے ، کمر جنگ تے مُول نہ کسیئے نی(۲۸)

ع کئی بول گئے شاخ عمر دی تے ، ایتھے آہلنا کسے نہ پایا ای(۲۹)

ع گئی عمر تے وقت پھیر نہیں مُڑدے، گئے کرم تے بھاگ نہ آوندے نی(۳۰)

ع وارث شاہ جاں عاقبت خاک ہونا، ایتھے اپنی شان ودھایئے کیوں(۳۱)

ع وارث شاہ نکوئی تے بندگی کر ، وَت نہیں جہان تے آونا و(۳۲)

سراپا نگاری شاعری کا اہم وصف ہے جس میں دونوں شعرا نے اپنی تخلیقی قوتیں صرف کی ہیں۔ میر تقی میر کے ہاں محبوب کا سراپا فطرت سے ہم آہنگ ہے۔ محبوب کی چال ڈھال، جسم، رخسار، قد اور لباس کو جو الفاظ میں بیان کرتے ہیں وہ اُن کے حسن پرست ہونے کا ثبوت ہے۔ اُنھوں نے محبوب کا ظاہری حسن اور طرزِ عمل بڑی خوبصورتی سے شعروں میں پیش کیا ہے۔ سیّد وارث شاہ نے بھی سراپا نگاری میں کمال کر دکھایا ہے۔ قصہ کی ہیروئن ہیر کا چند مصرعوں میں بھرپور اور جامع سراپا بلا شبہ وارث شاہ کی فنی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ سراپا نگاری کے نمونے بالترتیب ملاحظہ کریں:

نازکی اُس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اِک گلاب کی سی ہے(۳۳)

کھِلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے
اُس کی آنکھوں کی نیم خوابی سے(۳۴)

پھول، گل، شمس و قمر سارے ہی تھے
پر ہمیں اُن میں تمھی بھائے بہت(۳۵)

یاقوت کوئی اُس کو کہے ہے کوئی گلبرگ
ٹک ہونٹ ہلا تو بھی کہ اِک بات ٹھہر جائے(۳۶)

وہ اِک روش سے کھولے ہوئے بال ہو گیا
سنبل چمن کا مفت میں پامال ہو گیا(۳۷)

سرو و گل اچھے ہیں دونوں رونق ہیں گلزار کی لیکن
چاہیے رُو پھر اس کا رُو ہو قامت ویسا قامت ہو(۳۸)

سیّد وارث شاہ ہیر کے سراپا میں لکھتے ہیں:

ہَوٹھ سُرخ یاقوت جیوں لعل چمکن ، ٹھوڈی سیب ولایتی سار وِچوں
نَک اَلف حُسینی دا پپلا سی ، زُلف ناگ خزانے دی بار وِچوں

دَند چنبے دی لڑی کہ ہنس موتی ، دانے نکلے حُسن انار وِچوں
لِکھی چین کشمیر تصویر جَٹی ، قد سرُو بہشت گلزار وِچوں
گردن کُونج دی اُنگلاں رَوانہہ پھَلیاں ، ہتھ کُولڑے برگ چنار وِچوں
سُرخی ہوٹھاں دی لوہڑ دنداسڑے دا ، خوجے کھتری قتل بازار وِچوں(۳۹)

موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ جو پیدا ہوا، اُس نے یقیناً موت کا مزا چکھنا ہے۔ دنیا اپنے اندر خواہ جتنی بھی دل کشی اور کشش رکھتی ہو، مگر ہے عارضی اور فانی۔ میر کے ہاں زندگی انتہائی خوبصورت چیز ہے تو موت بھی تلخ حقیقت ہے۔ وہ اپنی شاعری میں جا بجا موت کا ذکر کرتے ہیں جب کہ سیّد وارث شاہ نے اپنے مخصوص انداز میں موت کی اٹل حقیقت کو بیان کیا اور اس انہونی سے پردہ اُٹھایا ہے۔ بالترتیب مثالیں ملاحظہ کریں:

مرنا ہے خاک ہونا ہے ، ہو خاک اُڑتے پھرنا
اس راہ میں ابھی تو درپیش مرحلے ہیں(۴۰)

آئے عدم سے ہستی میں تس پر نہیں قرار
ہے ان مسافروں کا ارادہ کہاں کے تئیں(۴۱)

کیا رنگ و بُو و بادِ سحر سب ہیں گرمِ راہ
کیا ہے جو اس چمن میں ہے ایسی چلاچلی(۴۲)

ع وارث شاہ ایہہ عمر دے لعل مہرے ، اِک روز نوں عاقبت ہارئین گے(۴۳)

ع وارث شاہ میاں انت خاک ہونا، لکھ آب حیات جے پیونائے(۴۴)

ع وارث شاہ جاں عاقبت خاک ہونا، ایتھے اپنی شان ودھائیے کیوں(۴۵)

ع وارث شاہ سرائے دی رات وانگوں ، دنیا خواب خیال پچھانیا جے(۴۶)

میر تقی میر کی شاعری میں انسانی عظمت اور اعلیٰ انسانی اقدار کا بیان بکثرت ملتا ہے۔ اُن کے ہاں انسان کا احترام سب سے مقدم ہے۔ وہ انسان کو ملائکہ سے افضل گردانتے ہیں:

آدمی سے ملک کو کیا نسبت
شان ارفع ہے میؔر اِنساں کی(۴۷)

آدم خاکی سے عالم کو جلا ہے ورنہ
آئینہ تھا مگر قابلِ دیدار نہ تھا(۴۸)

ہیر وارث شاہ میں احترامِ انسانیت اور احترامِ آدمیت کے حوالے سے کئی مصرعے ملتے ہیں جن سے وارث شاہ کی انسان دوستی، مظلوم سے ہمدردی اور ظالم سے نفرت کے پہلو عیاں ہوتے ہیں:

ع وارث شاہ یتیم دی غور کریئے، ہتھ عاجزاں دے نال جوڑیئے نی(۴۹)

ع وارث نال بےوارثاں رحم کیجے، مہربان ہو کے کرو وڈا جیرا(۵۰)

ع شاندار نوں کرے نہ کوئی جھوٹھا، کنگال جھوٹھا کر توردے نیؤ(۵۱)

ع لڑیئے آپ بروبرے نال کڑیئے، سوٹے پکڑ یتیماں تے آونا کیہہ(۵۲)

میر تقی میر اور سیّد وارث شاہ اپنے اپنے عہد کی دو الگ الگ تہذیبوں کے نمائندہ شاعر ہیں۔ اُن کی فکری و فنی عظمت کا اعتراف ہر زمانے میں ہوا اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ یہ مقام و مرتبہ ہر کسی کی قسمت میں نہیں ہوتا بلکہ وقت اس بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ کون ہیشگی اور آفاقیت حاصل کرتا ہے اور کون سانسوں کے بند ہو جانے پر تاریخِ ماضی کا قصہ بن کے رہ جاتا ہے۔ میر تقی میر اور سیّد وارث شاہ کو اپنی اپنی بزرگی، عظمت اور بڑائی کا ادراک شاید اپنی زندگیوں ہی میں ہو گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں شعرا نے خود پسندی سے کام لیتے ہوئے اپنے کارہائے نمایاں کی روشنی میں اپنے بارے جو گمان کیے وہ بیتے وقت نے ثابت کر کے اُن کی عظمت و سربلندی کو چار چاند لگا دیے:

پڑھتے پھریں گے گلیوں میں ان ریختوں کو لوگ
مدّت رہیں گی یاد یہ باتیں ہماریاں(۵۳)

وارث شاہ نے ''ہیر'' ایسا شاہ کار تخلیق کرنے کے بعد اپنی فنی عظمت کو اپنے منہ بیان کیا اور اپنا فن پارہ بڑے اعتماد کے ساتھ ناقدینِ ادب کے سامنے پیش کیا:

پرکھ شعر دی آپ کر لین شاعر، گھوڑا پھیریا وچ نخاس دے میں
پڑھن گبھرو دیس وچ خوشی ہو کے، پھُل بیجیا واسطے باس دے میں(۵۴)

وارث شاہ نے ''ہیر'' کو پُرمغز شاعری اور قیمتی دُرِّ شہوار کی لڑی کہہ کر بھی سراہا ہے:

ختم ربّ دے کرم دے نال ہوئی ، فرمایش پیارڑے یار دی سی
ایسا شعر کیتا پُر مغز موزوں ، جیہا موتیاں لڑی شہوار دی سی
جو کوئے پڑھے سو بہت خورسند ہووے ، واہ وا سبھ خلق پُکار دی سی(۵۵)

میر تقی میر اور وارث شاہ نے نا صرف خود اپنی تعریف و توصیف بیان کی بلکہ بعد میں آنے والے قدآور شعرا نے بھی اُن کی فنی عظمت کو سراہا اور خراجِ تحسین پیش کیا:

غالبؔ اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخؔ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میرؔ نہیں(۵۶)

ریختہ کے تُمھی اُستاد نہیں غالبؔ
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میرؔ بھی تھا(۵۷)

نہ ہوا پر نہ ہوا میرؔ کا انداز نصیب
ذوقؔ یاروں نے بہت زور غزل میں مارا(۵۸)

پنجابی شاعر اور نقاد مولوی احمد یار مرالوی (جنھوں نے منظوم پنجابی تنقید کی بنیاد ڈالی) اور میاں محمد بخش سیّد وارث شاہ کی عظمت کا اعتراف کرتے لکھتے ہیں:

وارث شاہ جنڈیالے والے ، واہوا ہیر بنائی
احمد یار کہے اُس جیہی ، اَٹکل مَیں نہ آئیؤ(۵۹)

وارث شاہ سخن دا وارث ، نندے کون اُنھاں نُوں
حرف اوہدے تے اُنگل دھرنی ، ناہیں قدر اساں نُوں(۶۰)

وارث شاہ کو اُردو زبان کے معروف شاعر سیّد انشاء اللہ خاں انشاء کا خراجِ تحسین پیش کرنا وارث شاہ اور پنجابی ادب کے لیے تا قیامت باعثِ صد افتخار رہے گا:

کہانی ایک سُنائی جو ہیر رانجھے کی
تو اہلِ درد کو پنجابیوں نے لُوٹ لیا(۶۱)

حاصلِ بحث یہ کہ میر تقی میر اور سیّد وارث شاہ اُردو اور پنجابی ادب میں منفرد اور نمایاں مقام کے حامل شاعر ہیں۔ دونوں شعرا کم و بیش اڑھائی سو سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود اپنی فکری وفنی پختگی کے باعث نا صرف زندہ و جاوید ہیں بلکہ ادب میں بھی اعلیٰ مقام ومرتبہ پر فائز ہیں۔ دونوں شعرا نے اپنے تخلیقی شعور اور فن کارانہ حساسیت کو استعمال کرتے ہوئے اپنے اپنے عہد کی تاریخ کو جس انداز سے شاعری میں بیان کر کے محفوظ کیا ہے، وہ تاریخی حقائق غیر جانب دار دستاویز کی صورت موجود ہیں۔ بلا شبہ اٹھارھویں صدی کی ان دونوں قد آور شخصیات پر دونوں زبانیں اور دونوں زبانوں کا ادب ہمیشہ مان کرتے رہیں گے اور تا قیامت ان کی حیثیت مسلّم رہے گی۔

حوالہ جات

۱۔ محمد بخش، میاں، سیف الملوک، مترجم: میاں ظفر مقبول، لاہور: شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، س ن، ص:۹۵۷

۲۔ وارث شاہ، سیّد، ہیر، مرتبہ: شیخ عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لاء، لاہور: پنجابی ادبی اکیڈمی، بار دوم، ۱۹۶۴ء، ص:۳۸۹

۳۔ ایضاً، ص:۳۸۸

۴۔ میر تقی میر، کلیات میر، جلد چہارم، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۲۰۰۶ء، ص:۱۷۲

۵۔ میر تقی میر، کلیات میر، جلد اول، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۱۹۸۶ء، ص:۱۳۸

۶۔ ایضاً، ص:۲۴۴

۷۔ ایضاً،ص:۱۶۴

۸۔ وارث شاہ،سیّد،ہیر،مرتبہ: شیخ عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لاء،ص:۲۸

۹۔ ایضاً،ص:۲۹

۱۰۔ ایضاً،ص:۲۹

۱۱۔ ایضاً،ص:۳۸۷

۱۲۔ ایضاً،ص:۷۴

۱۳۔ ایضاً،ص:۳۸۸و

۱۴۔ میر تقی میر،کلیاتِ میر، دیوان دوم، لاہور:مجلسِ ترقیِ ادب،۱۹۹۱ء،ص:۱۶۴

۱۵۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر،محمد تقی میر، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،۱۹۸۳ء،ص:۳۴

۱۶۔ نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر،ترتیب وترجمہ: ذکرِ میر،میر کی آپ بیتی، لاہور:مجلسِ ترقیِ ادب،۱۹۹۶ء،ص:۱۷۸

۱۷۔ میر،محمد تقی میر،کلیات،جلدِ ششم:مثنویات، لاہور:مجلسِ ترقیِ ادب،۲۰۱۱ء،ص:۵۱

۱۸۔ وارث شاہ،سیّد،ہیر،مرتبہ: شیخ عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لاء،ص:۱

۱۹۔ میر تقی میر،کلیات میر،جلداول، لاہور:مجلسِ ترقیِ ادب،۱۹۸۶ء،ص:۱۵۲

۲۰۔ میر تقی میر،کلیات میر،جلدسوم، لاہور:مجلسِ ترقیِ ادب،۱۹۹۲ء،وص:۲۱۲

۲۱۔ وارث شاہ،سیّد،ہیر،مرتبہ: شیخ عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لاء،ص:۱۴۶

۲۲۔ ایضاً،ص:۱۴۶

۲۳۔ عبداللہ،سید، ڈاکٹر،نقدِ میر، دہلی: جہاں گیر بک ڈپو،س ن،ص:۱۷۱

۲۴۔ وارث شاہ،سیّد،ہیر،مرتبہ: شیخ عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لاء،ص:۲۰۶۔۲۰۷

۲۵۔ میر تقی میر،کلیاتِ میر،جلداول، لاہور:مجلسِ ترقیِ ادب،۱۹۶۸ء،ص:۱۳۸

۲۶۔ ایضاً،ص:۲۴۲

۲۷۔ وارث شاہ،سیّد،ہیر،مرتبہ:: شیخ عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لاء،ص:۲۸۰

۲۸۔ ایضاً،ص:۲۲۴

۲۹۔ ایضاً،ص:۳۸۵

۳۰۔ ایضاً،ص:۱۲۶

۳۱۔ ایضاً،ص:۲۵۶

۳۲۔ ایضاً،ص:۳۵۳

۳۳۔ میر تقی میر،کلیاتِ میر،جلداول،ص:۴۵۵

۳۴۔ ایضاً،ص:۵۶۷

۳۵۔ میر تقی میر،کلیاتِ میر،جلدسوم،ص:۸۰

۳۶۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر، جلد اول، ص:۵۰۹

۳۷۔ ایضاً،ص:۱۰۷

۳۸۔ ایضاً،ص:۳۸۲

۳۹۔ وارث شاہ، سیّد، ہیر، مرتبہ: شیخ عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لاء، ص:۲۸۔۲۹

۴۰۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر، جلد سوم، ص:۱۵۵

۴۱۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر، جلد اول، ص:۳۵۷

۴۲۔ میر تقی میر، کلیات میر، جلد دوم، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۱۹۹۱ء، ص:۲۷۹

۴۳۔ وارث شاہ، سیّد، ہیر، مرتبہ: شیخ عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لاء، ص:۱۱۴

۴۴۔ ایضاً،ص:۱۴۰

۴۵۔ ایضاً،ص:۲۵۶

۴۶۔ ایضاً،ص:۳۶۵

۴۷۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر، دیوان دوم، ص:۲۷۸

۴۸۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر، جلد اول، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۱۹۸۶ء، ص:۱۸۰

۴۹۔ وارث شاہ، سیّد، ہیر، مرتبہ: شیخ عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لاء، ص:۱۴۸

۵۰۔ ایضاً،ص:۱۲۸

۵۱۔ ایضاً،ص:۱۰۱

۵۲۔ ایضاً،ص:۲۵۸

۵۳۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر، دیوان دوم، ص:۳۰۶

۵۴۔ وارث شاہ، سیّد، ہیر، مرتبہ: شیخ عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لاء، ص:۳۸۸

۵۵۔ ایضاً،ص:۳۸۹

۵۶۔ غالب، اسداللہ خان، مرزا، دیوانِ غالب اور انتخاب، اسلام آباد: پرنٹ ماسٹر،۲۰۱۲ء، ص:۱۶۰

۵۷۔ ایضاً،ص:۴۷

۵۸۔ ذوق، محمد ابراہیم، دہلوی، کلیاتِ ذوق، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۲۰۰۹ء، ص:۱۳۸

۵۹۔ بحوالہ واصف لطیف، اگوائی، لاہور: مقصود پبلشرز، ۲۰۲۱ء، دسویں وار، ص:۱۴۹

۶۰۔ محمد بخش، میاں، سیف الملوک، مترجم: میاں ظفر مقبول، ص:۹۵۷

۶۱۔ انشاء، انشاءاللہ خاں، کلیاتِ انشاء، جلد اول، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۱۹۹۶ء، ص:۵۹

☆......☆......☆